مولانا فراہیؒ اور حدیث

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

ماضی قریب میں علوم قرآنی میں جن شخصیات نے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں اور قابل قدر خدمات پیش کی ہیں ان میں ایک عظیم شخصیت مولانا حمید الدین فراہیؒ کی ہے۔ آپ کا نام آتے ہی ذہن فوراً قرآن کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ آپ کی پوری زندگی قرآنی علوم کے ارد گرد گردش کرتی رہی ہے آپ نے تدبر قرآن کی نئی نئی راہیں تلاش کیں اور وقیع تحقیقات اور گرانقدر تصنیفات پیش کیں۔ آپ کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے نظم قرآن پر ایک مربوط فکر پیش کیا۔ اگرچہ بعض علماء متقدمین نے بھی اس جانب توجہ کی تھی مگر ان کی تحریروں میں صرف اشارات ملتے ہیں۔ مولانا فراہیؒ نے اس موضوع پر باقاعدہ کام کیا اور اس کے لیے قوی دلائل فراہم کیے۔ مولانا گو اپنی زندگی میں اس کام کو پایۂ تکمیل تک نہ پہونچا سکے۔ پھر بھی نظام القرآن کے مختلف اجزاء اور علوم قرآنی سے متعلق مختلف رسالے اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے دولت گرانمایہ ہیں۔

مولانا فراہیؒ کے تدبر و تحقیق کا محور قرآن تھا۔ آپ نے خاص طور پر تفسیر القرآن بالقرآن کا نظریہ پیش کیا اور اس کی تطبیق کی کوشش کی۔ اس لیے لازمی بات تھی کہ آپ کی تحریریں قرآنیات ہی سے متعلق ہوں اور ان میں حدیث یا دوسرے علوم کا تذکرہ کم ہو لیکن حدیث کے سلسلہ میں مولانا فراہیؒ کے بعض خیالات کو بنیاد بنا کر بعض حلقوں کی طرف سے یہ شبہ پیش کیا جانے لگا کہ وہ حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ بات یہاں تک آگے بڑھی کہ مولانا مرحوم کے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کو ماہنامہ معارف اعظم گڑھ میں ایک تردیدی مضمون لکھنا پڑا جس میں انھوں نے دلائل کے ساتھ اس شبہ کی تردید کی۔

مولانا فراہیؒ کا نظریۂ حدیث :

حدیث کے سلسلہ میں مولانا فراہی کا نظریہ کیا تھا؟ مولانا کے شاگرد خاص مولانا امین احسن اصلاحی

نے جو ایک عرصہ تک ان کی صحبت میں رہ چکے ہیں تفصیل سے اس کی وضاحت کی ہے۔ یہاں ان کی تحریر کے کچھ اقتباسات نقل کرنا فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ ان کی حیثیت محرم راز اور صاحب البیت کی ہے۔ مولانا نے مجموعۂ تفاسیر فراہی" کے شروع میں "مصنف کے مختصر حالات زندگی" کے عنوان سے ایک مضمون سپرد قلم فرمایا ہے جس میں "مولانا حمید الدین اور علم حدیث" کی سرخی کے تحت رقم طراز ہیں:

> میں پورے چھ سال ان کی صحبت میں شب و روز رہا ہوں۔ اس چھ سال کی صحبت میں شاید ہی کوئی صبح و شام ایسی گذری ہو جس میں مجھے علمی و مذہبی اور ادبی و سیاسی مسائل پر ان سے کھل کر بحث کرنے اور ان کے خیالات معلوم کرنے اور اپنے شبہات ان کے سامنے پیش کرنے کا موقع نہ ملا ہو۔ میں پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ مجھے کبھی ان کی صحبت میں یہ گمان بھی نہیں گذرا کہ مولانا حدیث کے بارے میں اس نقطۂ نظر سے کوئی مختلف نقطۂ نظر رکھتے ہیں جو محققین امت کا ہے۔ انھوں نے حدیث کی تمام معتبر کتابوں کو نہایت تحقیق و تنقید کے ساتھ پڑھا تھا، وہ بیشتر احادیث کو قرآن سے مستنبط سمجھتے تھے۔"[۲]
>
> "مولانا اپنی ہر بحث میں احادیث سے اسی طرح استدلال کرتے ہیں جس طرح ہمارے دوسرے محقق علماء کرتے ہیں اور اگر کہیں کسی حدیث پر تنقید کرتے ہیں تو اس مقصد کے لیے انہی اصولوں اور کسوٹیوں کو استعمال کرتے ہیں جن اصولوں اور کسوٹیوں کو ہمارے ناقدین حدیث استعمال کرتے ہیں۔ اس معاملہ میں کہیں بھی وہ اپنی خواہشوں اور اپنے ذاتی آراء و افکار کو دخل انداز ہونے کا موقع نہیں دیتے۔ میں نے چھ سال ان کی صحبت میں رہ کر حدیث کے متعلق ان کا نقطۂ نظر جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ وہ سنت کو قرآن کے بعد اسی طرح دین کا دوسرا ماخذ سمجھتے ہیں جس طرح سارے صحیح العقیدہ مسلمان سمجھتے ہیں۔ البتہ وہ علمائے محققین کی طرح روایات کے قبول کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ تفسیری روایات کے بارے میں وہ خصوصیت کے ساتھ بہت زیادہ محتاط تھے۔ ان روایات کو وہ ہرگز قبول نہیں کرتے تھے جو صریحاً قرآن کے خلاف پڑتی تھیں۔ تفسیر میں وہ اصل الاصول خود قرآن کے الفاظ، اس کے سیاق و سباق اور اس کے نظم کو قرار دیتے تھے۔ اس کے بعد تبعاً وہ احادیث و روایات کو لاتے تھے۔ اس اصول پر عمل پیرا ہونے

کے باوجود مجھے نہیں معلوم کہ انھوں نے کسی آیت کی تاویل کسی صحیح حدیث کے خلاف کی ہو، اگر کہیں ان کو کسی صحیح حدیث سے مجبوراً اختلاف کرنا پڑا ہے تو انھوں نے تنقید حدیث کے اصول سامنے رکھ کر اس پر تنقید کی ہے اور اپنے اختلاف کے وجوہ دلائل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔"[۳۴]

انھوں نے مولانا کے اتباع سنت اور عمل بالحدیث کا غایت درجہ اہتمام کرنے کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"عمل میں بھی وہ نہایت سخت متبع سنت تھے۔ میں ان کی صحبت میں اکثر یہ محسوس کرتا تھا کہ وہ عملی مسائل میں علامہ ابن قیم کی زاد المعاد زیادہ پیش نظر رکھتے ہیں مولانا کا طرز فکر بالکل حکیمانہ تھا۔ اس وجہ سے سابقہ پڑنے سے پہلے میرا گمان ان کے بارہ میں یہ تھا کہ وہ کم از کم فروعی مسائل میں زیادہ جزرسی اور خردہ گیری سے کام نہ لیتے ہوں گے لیکن اتباع سنت کے معاملے میں وہ اپنا اور اپنے شاگردوں اور دوستوں کا تو جزئیات پر بھی احتساب کرتے تھے۔ بعض مرتبہ نئے تعلیم یافتہ حضرات سے اس طرح کے معاملات میں بدمزگی بھی ہو جایا کرتی تھی۔"[۳۵]

خود مولانا فراہی مقدمہ تفسیر نظام القرآن میں رقم طراز ہیں:

"میری خواہش یہ نہیں ہے کہ جو کچھ قرآن سے تعلق رکھتا ہے وہ سب کا سب اس کتاب میں جمع کردوں ... میرے پیش نظر تو ایک ایسی کتاب کی تالیف ہے جو بنیاد اور مرکز کا کام دے اور جو نقطۂ اعتدال اور قول فیصل کی حیثیت سے نمودار ہو اس لیے میں نے صرف اتنے ہی پر اکتفا کیا ہے جتنا قرآن میں ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ جو کچھ میں نے چھوڑ دیا ہے اس کا منکر ہوں۔ امام بخاری نے اپنی کتاب میں صرف وہ روایتیں جمع کی ہیں جو ان کے اصول پر پوری اتری ہیں اور بہت سی صحیح روایتیں چھوڑ دی ہیں۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ وہ ان کے منکر ہیں۔"[۳۶]

مولانا فراہی کے نظریۂ حدیث کے بارے میں اوپر مولانا امین احسن اصلاحی کے خیالات اور تاثرات پیش کیے گئے ہیں، آئندہ سطور میں قارئین کو خود مولانا فراہی کی تحریروں سے ان کا نقطۂ نظر معلوم ہو جائے گا۔

حدیث کے موضوع پر ایک تشنۂ تکمیل تصنیف:

مولانا کی ان تصنیفات میں جو پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکیں اور جن کی صرف چند فصلیں اور کچھ

یادداشتیں ہی وہ تحریر کر سکے ایک اہم تصنیف حدیث کے موضوع پر بھی ہے جس کا نام "احکام الاصول باحکام الرسول" ہے۔

مولانا کی تصنیف "التکمیل فی اصول التاویل" کی ابتدا میں ایک اقتباس ہے جس میں انھوں نے مذکورہ کتاب اور "احکام الاصول" کے درمیان فرق بتلایا ہے۔ اس میں مؤخر الذکر کتاب کے بارے میں لکھا ہے:

> "اس میں استنباط مسائل کے اصولوں سے بحث کی گئی ہے اور اس کے تمام تر دلائل حدیث سے ماخوذ ہیں۔"

اسی طرح مولانا نے ان لوگوں پر نقد کرتے ہوئے جو براہ راست معانی قرآن میں تدبر کی کوشش نہیں کرتے اور بے خوف و خطر قرآن کی تفسیر حدیث سے کرنے لگتے ہیں لکھا ہے:

> "انھیں چاہیے تھا کہ وہ حدیثوں کی تاویل قرآن کی روشنی میں کریں اس لیے کہ میں نے دیکھا ہے کہ بہت سی روایتیں بظاہر متضاد نظر آتی ہیں لیکن جب ہم قرآن کی روشنی میں ان کی تاویل کرتے ہیں تو ان میں کوئی تضاد باقی نہیں رہتا۔ قرآن مرکز کی حیثیت رکھتا ہے اور حدیثیں مختلف پہلوؤں سے اس کی طرف رجوع ہوتی ہیں۔ جیسا کہ تم اس کی تفصیل ہماری کتاب "احکام الاصول باحکام الرسول" میں پاؤ گے۔"

مولانا امین احسن اصلاحی نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے:

> "اس میں مولانا اس بات کی وضاحت کرنا چاہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیمات اور ہدایات دی ہیں وہ تمام تر قرآن سے مستنبط ہیں۔"

کاش دوسری ناتمام تصنیفات کے ساتھ اس کتاب کی اشاعت بھی ہو گئی ہوتی تو حدیث کے سلسلہ میں مولانا کی مزید تحقیقات سامنے آتیں۔

پیش نظر مقالہ میں مولانا کی مطبوعہ تحریروں کی روشنی میں حدیث کے سلسلہ میں ان کے خیالات، تحقیقات اور نتائج فکر پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس مقالہ میں پہلے مولانا کی ان تحقیقات اور نتائج فکر کو بیان کیا جائے گا جو حدیث کے طالب علم کے لیے بہت اہمیت کی حامل اور انتہائی قیمتی ہیں۔ بعد میں ان تسامحات کی طرف اشارہ کیا جائے گا جو میری نظر میں حدیث کے سلسلہ میں مولانا سے صادر

ہوئی ہیں

معرِوات قرآنی کی تشریح حدیث سے:

مولانا فراہیؒ قرآنی الفاظ کے معنی متعین کرنے میں جہاں اس لفظ کے دوسرے قرآنی استعمالات سے مدد لیتے اور اشعار جاہلیت سے استشہاد کرتے ہیں۔ وہیں احادیث کو بھی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں بعض جگہ اگر دوسرے مفسرین سے اختلاف کرتے ہیں تو وہاں بھی اپنے دلائل میں قرآن اور عربی زبان کے استعمالات اور اشعار جاہلیت کے ساتھ ساتھ احادیث پیش کرتے ہیں۔ اس سلسلہ کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) آل: قرآن میں لفظ آل بہت سی جگہوں پر آیا ہے۔ مولانا نے لکھا ہے کہ "یہ اہل کی طرح ہے اور اس کا اطلاق اہل خاندان اور اعوان و انصار پر بھی ہوتا ہے۔ استشہاد میں نابغہ کا ایک شعر پیش کیا ہے۔ قرآنی مثالوں میں درج ذیل مثالیں پیش کی ہیں:

وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوٓءُ الْعَذَابِ (مومن-۴۵)

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ (الاعراف-۱۳۰)

وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ (الاعراف-۱۴۱)

پھر لکھا ہے: "قرآن میں فرعون کی اولاد کا کوئی تذکرہ نہیں ہے بظاہر وہ لاولد تھا۔ ان آیتوں میں آل قوم کے معنی میں ہے۔ اس لیے کہ فرعون کی پوری قوم بنی اسرائیل پر ظلم ڈھاتی تھی اور اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی فرعون کی پوری قوم پر آیا۔ اسی طرح آیت: "وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ" (البقرہ-۲۴۸) میں مراد موسی اور ہارون علیہما السلام کی قوم ہے اس لیے کہ جس وقت صموئیل نبی نے یہ بات کہی تھی اس وقت بنی اسرائیل فرقوں اور قبیلوں میں بٹ چکے تھے اور خدمت کنیسہ کی ذمہ داری ہارون علیہ السلام کی قوم پر تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ آل موسی وآلِ ہارون کو موسی اور ہارون کی اولاد کے معنی میں کیوں نہ لیا جائے تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ آل موسیٰ وہارون میں ان کی قوم کے ساتھ وہ اور ان کی اولاد بھی شامل ہے" اس کے بعد حدیث سے یہ دلیل دی ہے: "حدیث میں ہے: لقد اعطیت مزمارا من مزامیر آل داؤد ﷺ یہاں آل داؤد میں داؤد علیہ السلام کے ساتھ مغنین بھی شامل ہیں"، ۱۰

(۲) الابتر: یہ لفظ سورۂ کوثر کی آخری آیت "اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" میں آیا ہے مولانا نے لکھا ہے: "ابتر ابتر سے صفت کا صیغہ ہے ابتر کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ یہ لفظ عربی زبان میں مختلف طریقوں سے استعمال ہوا ہے" اس کے بعد اس لفظ کے مختلف استعمالات بتلاتے ہوئے دو حدیثیں بھی نقل کی ہیں: "قربانی والی حدیث میں ہے: انہ نھی عن المبتورۃ[۱۱] (آپ نے دم بریدہ جانور کی قربانی سے منع فرمایا) حدیث میں ہے: کل امر ذی بال لم یبدأ ببسم اللہ فھو ابتر[۱۲] (جو اہم کام اللہ کے نام سے نہ شروع کیا جائے وہ ابتر ہے) اس طرح مختلف استعمالات بتلانے اور ان کے درمیان معنوی ربط کی طرف اشارہ کرنے کے بعد مذکورہ سورت میں اس کے معنی کی تعیین یوں کی ہے: "اسی بنا پر قتادہ نے ابتر کے معنی حقیر و ذلیل کے بتائے ہیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ مقطوع کے معنی سے چل کر صغیر و حقیر کے معنی میں آیا پھر بے یار و مددگار اور حقیر و ذلیل کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔"[۱۳]

(۳) الاتقاء: اس لفظ کے مختلف صیغے قرآن میں آئے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک آیت ہے: "اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" (الزمر۔۲۴) اس کی تشریح میں مولانا نے لکھا ہے: "وقی یقی سے افتعال کا صیغہ ہے، مجرد متعدی بدو مفعول ہوتا ہے جیسے "فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ" (الدھر۔۱۱) البتہ افتعال کا صیغہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے پھر اس کے عربی زبان میں مختلف استعمالات اور نابغہ کے شعر سے استشہاد کرتے ہوئے ایک حدیث پیش کی ہے: "واتقوا النار ولو بشق تمرۃ[۱۴]" یعنی جہنم سے بچنے کی کوشش کرو خواہ فقراء کو کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر" مولانا نے "الاتقاء" کے قرآن میں مختلف استعمالات بتلائے ہیں لیکن ان کی تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے۔[۱۵]

(۴) کفر: یہ لفظ قرآن میں بے شمار جگہوں پر آیا ہے۔ اس کی تشریح میں مولانا نے لکھا ہے: "یہ باب نصر سے ہے جس کے معنی چھپانے کے ہیں"۔ استشہاد میں لبید اور ثعلبہ کے اشعار پیش کیے ہیں۔ پھر فرماتے تھے: "کفر کا مطلب ہے نعمت کا انکار کر کے اسے چھپانا۔ اس کی ضد شکر آتی ہے۔ ارشاد باری ہے: "اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا" (الدھر۔۳) دوسری جگہ ہے: "اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ" (ھود۔۶۸) اور دعا قنوت میں ہے[۱۶]: "وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ"[۱۷]

(۵) المن: بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے بعد انھیں اللہ تعالیٰ نے جن غذاؤں سے نوازا تھا ان میں سے ایک "من" ہے قرآن میں متعدد مقامات پر اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس لفظ کی تشریح میں مولانا فراہی نے لکھا ہے: "یہ لفظ اہل کتاب سے ماخوذ ہے۔ یہ عربوں میں بھی معروف تھا" استشہاد میں اعشیٰ کا شعر پیش کیا ہے پھر 'کتاب خروج' کے حوالے کے ساتھ لکھا ہے کہ اس لفظ کا اشتقاق اہل کتاب کو

بھی معلوم نہ تھا۔ غالب گمان یہ ہے کہ اسے منّ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ انھیں ان کے رب کی طرف سے بطور منّ (احسان) ملا تھا۔ پھر لکھتے ہیں: "اس کی تائید حدیث سے ہوتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: "الکماۃ من المن"[۱۸] یعنی لفظ 'من' کا اطلاق ان تمام چیزوں پر ہوتا ہے جو لوگوں کو بیابانی زمین سے بطور احسان الٰہی حاصل ہوتی ہیں"[۱۹]

(۶) **ید**: سورۂ لہب کی پہلی آیت ہے "تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ" اس میں 'یدین' سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ مولانا فراہیؒ اس سے مراد اعوان و انصار لیتے ہیں اور استدلال میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: "اگر اشارات فہم حقیقت کے لیے کافی ہیں تو یدین سے اعوان و انصار کو مراد لینا نہایت واضح بات ہے۔ کیونکہ عرب اعوان و انصار کو ید کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے: "وھم ید علی من سواھم"[۲۰] (اور وہ غیروں کے مقابل میں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں) باقی رہا اس سے علم و عمل کے ہاتھ مراد لینا جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے تو میرے نزدیک یہ بالکل لغت کے خلاف ہے اور محض تفسیر بالرائے ہے"[۲۱]

(۷) **حبک**: سورۂ الذاریات کی ساتویں آیت ہے: "والسماء ذات الحبک" اس سے مراد بہت سے مفسرین نے 'تاروں والا آسمان' لیا ہے لیکن مولانا فراہیؒ ان سے اختلاف کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک سماء سے مراد بادل ہیں اور آیت کا ترجمہ ہے "قسم ہے دھاریوں والے بادلوں کی"۔ مولانا نے 'سماء' سے بادل کے معنی میں ہونے کی مثال میں درج ذیل آیت پیش کی ہے: "وَقِیْلَ یٰاَرْضُ ابْلَعِیْ مَاءَکِ وَیٰسَمَاءُ اَقْلِعِیْ (ھود-۴۴) اے زمین اپنا پانی جذب کرلے اور اے آسمان (بادل) تھم جا[۲۲]۔ فرماتے ہیں: "جن لوگوں نے 'ذات الحبک' سے چرخ کوکب مراد لیا ہے خواہ اس کی مضبوطی و استواری کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اس میں تارے ٹنکے ہوئے ہیں ہمارے نزدیک ان کی رائے صحیح نہیں ہے۔ حبک یہاں مصدر نہیں ہے بلکہ جمع ہے اور یہ لفظ دھاریوں، شکنوں، لہروں اور خطوط کے معنی میں استعمال ہوتا ہے پس اس سے اس تاروں والی چھت کا مراد لینا کسی طرح صحیح نہیں ہے خواہ اس کی مضبوطی کا پہلو پیش نظر ہو یا جگمگاتے ہوئے تاروں کی تابانی کا لحاظ ہو"[۲۳]

مولانا نے 'سماء' کے بادل کے معنی میں ہونے کے جو وجوہ پیش کیے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ "ذات الحبک کی صفت بھی اسی معنی کی ترجیح کے حق میں ہے" اس کے بعد مولانا نے عربی زبان میں لفظ 'حبک' کے مختلف استعمالات بیان کیے ہیں اور اشعار سے استدلال کیا ہے پھر لکھتے ہیں: "دجال والی حدیث میں ہے: "ان شعرہ حبک حبک"[۲۴] (اس کے بال شکن

درشکن ہوں گے) یہیں سے یہ بادلوں کی تعریف کے لیے استعمال ہونے لگا کیوں کہ بادلوں کے ٹکڑے بھی آسمان میں تہ بہ تہ موجوں اور توبرتو روئی کے گالوں کی طرح نظر آتے ہیں[25]

(۸) **صغو:** سورۂ تحریم کی آیت ہے: اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا (۴) عام مفسرین نے صغت قلوبکما سے مراد دل ٹیڑھے ہونا لیا ہے اور آیت کا ترجمہ یا تشریح اس طرح کی ہے "اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرتی ہو تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے اس لیے کہ تمہارے دل کج ہو گئے ہیں" لیکن مولانا فراہی نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ اس سلسلہ میں منجملہ دوسرے دلائل کے ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ عربی زبان میں 'صغی' کا لفظ پھرنے اور ہٹنے کے معنی میں نہیں بلکہ مائل ہونے اور جھکنے کے معنی میں آتا ہے فرماتے ہیں: "میل (جھکنا، ہٹنا) ایک کلی مفہوم ہے اس کے تحت عربی میں بہت سے الفاظ ہیں مثلاً زیغ، جور، ارعواء، حیاد، انحراف وغیرہ لیکن یہ سب میل عن الشئ یعنی کسی چیز سے ہٹنے اور پھرنے کے لیے آتے ہیں پھر اس کے تحت فئی، توجہ، التفات اور صغو وغیرہ الفاظ ہیں جو سب کے سب میل الی الشئ یعنی کسی چیز کی طرف مائل ہونے اور جھکنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔۔۔ اس نکتہ کے واضح ہو جانے کے بعد عربی زبان کے ایک عالم سے یہ حقیقت مخفی نہیں رہ سکتی کہ صغت قلوبکما کے معنی انابت قلوبکما ومالت الی اللہ ورسولہ (یعنی تم دونوں کے دل اللہ اور اس کے رسول کی طرف جھک چکے ہیں) کے ہوں گے کیوں کہ صغو کا لفظ کسی شئی کی طرف جھکنے کے لیے آتا ہے کسی شئی سے مڑنے اور ہٹنے کے لیے نہیں آتا۔ لفظ کی یہ حقیقت اس کے تمام مشتقات میں بھی موجود ہے"[26]

اس کے بعد مولانا نے عربی زبان میں اس کے مختلف استعمالات پیش کیے ہیں اور اشعار سے استشہاد کیا ہے اسی ذیل میں دو حدیثیں بھی پیش کی ہیں، پہلی حدیث ہے:

"ینفخ فی الصور فلا یسمعہ احد الا اصغی الیہ"[27] (صور پھونکا جائے گا جو کوئی اسے سنے گا اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا)

ہرہ والی حدیث میں ہے: "کان یصغی لہا الاناء"[28] (اس کے لیے برتن کو جھکا دیتے تھے) تاکہ آسانی سے پانی پی سکے"[29]

اسالیب قرآنی کی تائید حدیث سے:

مولانا نے مختلف مواقع پر قرآنی اسالیب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حدیث سے استدلال

کیا ہے۔ کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) تقدیر المحذوف: مولانا نے قرآن کا ایک اسلوب تقدیر المحذوف (محذوف کو مقدر ماننا) بتلایا ہے اور فرمایا ہے کہ "سیاق وسباق سے محذوف کی وضاحت ہو جاتی ہے" مثال کے طور پر آیت: "اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ" (مومن۔ ۶۰) میں عبادت سے مراد دعا ہے۔ یہ بات لفظ 'ادعونی' سے معلوم ہو رہی ہے۔ اس کی تائید حدیث سے ہوتی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الدعاء هو العبادة"[۳۰] پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ" (مومن۔ ۶۰)[۳۱]

(۲) عالم غیب کی چیزوں کا ذکر عالم شہود کی چیزوں کی ہیئت میں: قرآن کے اس اسلوب کی وضاحت مولانا نے یوں کی ہے: "قرآن اور پہلے کی کتابوں میں ہم بعض عالم غیب کی چیزوں کا ذکر عالم شہود کی چیزوں کی ہیئت میں دیکھتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے درمیان ایک مناسبت پائی جاتی ہے۔ اسی لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ دنیا عالم غیب کا ایک پرتو ہے جس طرح کہ معلول علت کا عکس ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں جو کچھ ہوتا ہے وہی وہاں بھی ہوگا۔ پھر ہم احادیث میں بعض ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جن کی تاویل اس اصل کی بنیاد پر بخوبی ہو جاتی ہے"[۳۲]

مزید تشریح و توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اہل عرب بعض عجمیوں کی طرح اپنی تشبیہات میں تفصیل کے دلدادہ تھے چنانچہ مثال کے طور پر جب وہ سرعت رفتار میں اپنے گھوڑے کی تشبیہ شتر مرغ سے دیتے تو صرف شتر مرغ کے نام پر اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ یہ بھی ذکر کرتے کہ وہ اپنے انڈوں اور مادہ کے پاس جاتا ہے۔ اسی طرح جب کسی کو شیر سے مشابہ قرار دیتے تو یہ بھی کہتے کہ وہ 'ذواشبال' (شیر کے بچوں والا) ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسی اسلوب کے مطابق جب جنت کا ذکر کیا گیا تو اس کے ساتھ ساتھ دروازوں، چشموں، بڑی بڑی آنکھوں والی خوبصورت عورتوں، نہروں اور سایوں کا ذکر کیا گیا اور جب جہنم کا تذکرہ کیا گیا تو اس کے ساتھ پہریداروں، شعلوں اور محلات کی بلندی کو چھونے والے شراروں کا بھی ذکر کیا گیا"[۳۳]

یہاں مولانا نے قرآن کے اس اسلوب کی وضاحت کرتے ہوئے صرف یہ اشارہ کر دیا ہے کہ حدیث میں بھی اس قسم کی چیزیں ملتی ہیں۔ جنت اور جہنم کی جو صفات قرآن میں بیان کی گئی ہیں ان سے کہیں زیادہ تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر احادیث میں ملتا ہے۔ احادیث کی کتابوں میں صفة الجنة اور صفة النار کے مستقل ابواب ہیں۔ تفصیل کے لیے ان کی طرف رجوع

کرنا چاہئیے۔
(۳) استفہام : مولانا اپنی کتاب "اقسام القرآن" میں ایک اسلوب کلام کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "کلام میں بسا اوقات خبر کے بجائے استفہام کا جو اسلوب اختیار کیا جاتا ہے اس کا مقصد بھی عموماً سامع کو استنباط دلائل میں شریک کرنا ہوتا ہے الاترى ذلك؟ او هل سمعت هذا؟ وغیرہ اسالیب بیشتر اسی مقصد سے استعمال ہوتے ہیں۔ خطبۂ حجۃ الوداع میں اس طرح کے استفہام کی نہایت بلیغ مثالیں موجود ہیں۔ آپؐ نے پوچھا ای بلد هذا؟ ای شهر هذا؟ ای یوم هذا؟ (یہ کون سا شہر ہے کون سا مہینہ ہے کون سا دن ہے؟) ان تمام سوالات کا مقصد صرف یہ تھا کہ سامعین کو بات سننے کے لیے پوری طرح آمادہ کر دیا جائے۔ قرآن مجید نے سورۂ فجر میں یہ دونوں بلیغ اسلوب ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں۔ پہلے بعض ایسی چیزوں کی شہادت پیش کی ہے جو عقل انسانی کو ابھارتی ہیں کہ وہ ان کے اندر سے اللہ تعالیٰ کی تدبیر و تقدیر اور اس کے عدل کی دلیلیں استنباط کرے اس کے بعد فرمایا: هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ (الفجر-۵) کیا اس میں ہے شہادت عقلمند کے لیے؟[۱۳]

حدیث کے بعض اسالیب :

مولانا نے اپنی تحریروں میں حدیث کے بعض اسالیب کی طرف بھی اشارے کیے ہیں۔ ان کی مدد سے حدیث کے سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔
(۱) تمثیل و تشبیہ : "عالم غیب کے جو اسرار آپؐ پر بے نقاب ہوتے تھے آپ کبھی ان کا ذکر تعریضاً فرماتے تھے مثلاً سورۂ بقرہ اور آل عمران کے متعلق فرمایا "وہ دونوں بدلیوں کی شکل میں نمودار ہوں گی"[۱۵] دنیا کی بابت فرمایا: وہ ایک پھوسٹ بڑھیا کی شکل میں آئے گی"[۱۶] موت کی نسبت فرمایا: وہ ایک مینڈھے کی صورت میں آئے گی[۱۷] اور کبھی صرف اشارہ فرماتے تھے تاکہ لوگ اس پر تدبر کریں اور ان کے ذہن و عقل کی تربیت ہو"[۱۸]
"آنحضرتؐ نے ہماری مسجدوں کو نہر سے تشبیہ دی ہے صحیح بخاری میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ارایتم لو ان نهرا بباب احدکم یغتسل فیه خمسا (الحدیث) (بھلا بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو)[۱۹] "جس طرح قرآن مجید سراپا دعوت فکر و نظر ہے اسی طرح اس کا حامل بھی بہترین معلم تھا وہ عقل انسانی کی تربیت کرتا تھا اور اس کو

اکتساب حکمت کے لائق بناتا تھا۔ اس تربیت عقلی کے لیے آپ بسا اوقات صحابہ سے بعض امور کی مخفی مناسبتوں کے متعلق سوالات بھی کرتے رہتے تھے مثلاً ایک مرتبہ آپ نے پوچھا: درختوں میں سے مومن سے مشابہت رکھنے والا کون درخت ہے؟[۳۲]

(۲) دلالت : اس عنوان کے تحت فرماتے ہیں: "کبھی لفظ ایسے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو دلالت تضمنی والتزامی سے سمجھ میں آرہا ہوتا ہے۔ مثلاً ظرف مظروف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ایسا مجازاً ہوتا ہے حدیث میں ہے: "ما یضحک الرب من عبده"[۳۳] یعنی ما یرضیہ کمال الرضی تضمن والتزام کی وجہ سے رضا کے معنی میں ضحک استعمال کیا"[۳۴]

(۳) مبدل : اس اسلوب کی مولانا نے یوں وضاحت کی ہے:

"مبدل منہ کی جگہ بدل لانا اور مقدم الذکر سے خاص رہنے والے امور کی نسبت موخر الذکر کی طرف کرنا ایک عام اسلوب ہے۔ مثال کے طور پر جزا اور لقاء (ملاقات) کی نسبت رب کی طرف کرنا جبکہ نسبت حقیقۃً صفت عدل کی طرف ہوتی ہے۔ "ماہ رمضان میں شیاطین کا بیڑیوں میں جکڑا جانا"[۳۵] اسی باب میں آتا ہے۔ یہاں شیطان شیطانی صفات سے بدل ہے۔ اسی طرح کی دوسری مثال ہے۔ "حفت الجنۃ بالمکارہ"[۳۶] ہے۔ یہاں جنت بدل ہے۔ ان اعمال سے جو جنت تک لے جانے والے ہیں۔"[۳۷]

(۴) مقابلہ وموازنہ: اس اسلوب سے متعلق مولانا نے لکھا ہے:

"جب بھی قرآن یا حدیث میں دو یا دو سے زائد چیزوں کو ایک ساتھ بیان کیا جاتا ہے تو اس سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں" اس کے بعد مولانا نے چار باتوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ: "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اثرات میں وہ چیزیں مماثلت رکھتی ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے ترک صلاۃ کے اثر سے ترک زکاۃ کے اثر پر استدلال کیا اور جن لوگوں نے زکاۃ دینے سے انکار کر دیا تھا ان کے کفر کا فیصلہ فرمایا[۳۸]۔ قرآن اور حدیث میں صراحت ہے کہ کافروں سے اس وقت تک جنگ کی جائے جب تک کہ وہ نماز نہ پڑھنے لگیں اور زکاۃ نہ دینے لگیں۔"[۳۹]

(۵) نفی برائے نفی جملہ: اس اسلوب کی وضاحت اور حدیث سے اس کی تائید مولانا نے یوں کی ہے: "کسی چیز کی نفی کئی معانی کے لیے کی جاتی ہے:

۱۔ نفی وجود کے لیے جیسے لا عاصم الیوم من امر اللہ (۱۱:۴۳)

۲۔ نفی وجود برحق کے لیے جیسے لا الہ الا ھو (۲:۲۸)

۳۔ نفی جملہ کے لیے جیسے فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج (۲: ۱۹۷)
حدیث سے اس کی مثال: "لا ضرر ولا ضرار" [۱]

تیسرے معنی کی ایک اور مثال قرآن سے "لا تبدیل لخلق اللہ" (الروم ۳۰) یعنی اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے مناسب نہیں کہ وہ تخلیق الٰہی میں تبدیل کرے کیونکہ اللہ ہی تخلیق کرتا ہے اور وہی تبدیلی کرنے کا حق رکھتا ہے۔ ارشاد ہے: "یمحو اللہ ما یشاء ویثبت (۱۳: ۳۹) شیطان نے اللہ کے سامنے کہا تھا: ولآمرنھم فلیغیرن خلق اللہ (۴: ۱۱۹) تیسرے معنی کی مثال حدیث سے: "لا حسد الا فی اثنتین" [۲] یعنی حسد غیر مطلوب اور ناپسندیدہ ہے سوائے دو چیزوں میں" [۳]

(۶) استفہام: اوپر قرآنی اسالیب کے ذیل میں استفہام سے متعلق جو اقتباس گذرا اس سے حدیث کا بھی اسلوب معلوم ہوتا ہے۔

نظم قرآن پر حدیث سے استدلال:

نظم قرآن مولانا فراہی کا مشہور نظریہ ہے۔ آپ نے پورے اعتماد اور قوت کے ساتھ یہ بات پیش کی کہ قرآن کی سورتوں اور آیتوں میں نظم پایا جاتا ہے آپ نے اپنی کتاب "دلائل النظام" میں بہت سی دلیلیں دی ہیں۔ چنانچہ اپنے نظریہ کے اثبات میں جن چیزوں سے استدلال کیا ہے ان میں سے ایک حدیث بھی ہے۔ سورۂ قیامہ میں آیت "ان علینا جمعہ وقرآنہ" (القیامہ ۱۷) کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

> "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی پوری پوری سورتیں لوگوں کو سناتے تھے اور یہ بغیر اس کے ممکن نہیں کہ آپ کو وہ اس خاص ترتیب پر سنائی گئی ہوں اور صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش کردہ ترتیب کے مطابق قرآن مجید سنتے اور محفوظ کرتے تھے، نیز یہ بھی معلوم ہے کہ آپ خاص خاص آیتوں کو خاص خاص سورتوں میں خاص خاص مقامات میں لکھواتے تھے اور صحابہ اس کی پابندی فرماتے تھے، پھر جب کوئی توضیحی آیت اترتی تو آپ اس کو بھی قرآن مجید میں لکھواتے اور ان کے لکھوانے میں دو اصول ملحوظ رکھے جاتے یا تو وہ ان آیات کے ساتھ ملا دی جاتیں جن کی وہ تشریح کرتیں یا سورہ کے آخر میں رکھ دی جاتیں۔

اگران کا تعلق سورہ کے مجموعی مضمون سے ہوتا۔۔ اس طرح جب قرآن نازل ہو چکا تو آخر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو پورا قرآن اس کی اصل ترتیب کے مطابق سنا دیا۔ یہ بات صحیح اور متفق علیہ روایات سے ثابت ہے اور اس سے نظام قرآن کی بے شمار مشکلات آپ سے آپ حل ہو جاتی ہیں۔[۵۴]

مولانا امین احسن اصلاحی نے عرصہ ہوا "نظم قرآن" کے عنوان سے ایک مضمون ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ میں لکھا تھا۔ اس مضمون کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے کہ "اسے ان یادداشتوں کی روشنی میں ترتیب دیا ہے جو استاد محترم کے خطبات درس میں سے حافظہ میں محفوظ رہ گئی ہیں" اس لیے اس موقع پر اس مضمون کا مطالعہ بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ انھوں نے لکھا ہے:

"احادیث سے ثابت ہے کہ آیات کی ترتیب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مناسبت کا لحاظ فرماتے تھے۔۔۔۔ جن لوگوں نے جمع و ترتیب قرآن سے متعلق روایات پر غور کیا ہے وہ واقف ہیں کہ قرآن اگرچہ جستہ جستہ نازل ہوا ہے لیکن آیات کی ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہوئی ہے۔ آپ آیات کی جگہ سورتوں میں متعین فرما دیتے تھے اور کاتبین وحی ان کو ان کی متعین جگہوں میں رکھتے تھے اس وجہ سے ترتیب آیات کے توقیفی ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ اگر قرآن مجید میں نظم نہ ہوتا جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کا حکم کیوں دیتے؟ اور اگر کوئی عظیم الشان حکمت داعی نہ ہوتی تو نزولی ترتیب کو چھوڑ کر جو سب سے زیادہ قابل لحاظ تھی ایک نئی ترتیب کیوں اختیار فرماتے؟ بہرحال جب ہر آیت کے لیے ایک مخصوص جگہ متعین ہوئی تو لازماً اس تعین کے سبب پر غور کرنا پڑے گا اور ظاہر ہے کہ بجز رعایت نظم کے اس کا کوئی اور سبب نہیں بتایا جا سکتا۔"[۵۵]

مولانا اصلاحی نے مزید لکھا ہے کہ جو لوگ سورتوں کی ترتیب کے بارے میں اس رائے سے متفق نہیں ہیں۔ ان کے پاس قرآن اور حدیث کی کوئی دلیل نہیں ہے، فرماتے ہیں:

"علیحدہ علیحدہ سورتوں کا قائم کرنا اور ان کا چھوٹا بڑا ہونا بھی نظم کی دلیل ہے۔ اگر قرآن مجید غیر منظم ہے تو الگ الگ سورتیں قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ سورتوں کی تحدید وحی الٰہی سے ہوئی ہے۔

کوئی عقلی یا نقلی دلیل اس کے خلاف نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اس سے اختلاف کیا ہے ان کے پاس قرآن مجید یا حدیث صحیح کی کوئی سند نہیں ہے"![56]

"سورتوں کی موجودہ ترتیب جو بالاتفاق تمام مصاحف میں پائی جاتی ہے جو نظم کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں سورتوں کی ترتیب میں جو تقدیم و تاخیر ہے وہ بلا سبب نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے سورتوں کی مقدار سب سے زیادہ قابل لحاظ چیز تھی لیکن اس کا لحاظ — ہر شخص کو معلوم ہے — قرآن مجید میں بالکل نہیں ہے ۔۔۔۔ یہ بھی مسلم ہے کہ یہ ترتیب نزولی نہیں ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس تقدیم و تاخیر کا کوئی اور سبب تلاش کیا جائے۔ ہمارے نزدیک رعایت نظم کے سوا اس کا کوئی اور سبب نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ سورتوں کی ترتیب صحابہ کی رائے سے ہوئی ہے پیغمبر کے حکم سے نہیں ہوئی ہے ۔ لیکن یہ بات قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے بالکل خلاف ہے"[57]

ان اقتباسات میں مولانا فراہی (اور مولانا اصلاحی) نے احادیث نہیں پیش کی ہیں اس لیے کہ ان کا نقل کرنا طوالت کا سبب بنتا۔ صرف صحیح احادیث کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

سورۃ الضحیٰ میں نظم کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا نے ایک حدیث سے استدلال کیا ہے مذکورہ سورہ کی ابتدائی آیات پیش نظر ہیں "وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى" (۱-۴) ان کی تشریح مولانا نے یہ کی ہے:

"تاریکی کے بعد روشنی کا بڑھ جانا، اس کے بعد پھر تاریکی کا چھا جانا اس پر گواہ ہے کہ رب کا اپنے بندوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے اگر تمہاری امت میں غم کی زیادتی ہو جائے اور نیکی کم ہو جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس نے تمہیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے اور تم سے ناراض ہو بیٹھا ہے۔ یقیناً تمہارے معاملہ کا آخری حصہ ابتدائی حصہ کے مقابلہ میں زیادہ بہتر ہوگا اور عنقریب تمہاری امت میں اضافہ ہوگا اور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی جیسا کہ فتح مکہ کے بعد ہوا اور اسی طرح آخری زمانے میں بھی ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "امتی کالمطر لا ادری اولہا خیر ام آخرھا"[58] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ" (الواقعہ - ۱۰) ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ" (الواقعہ - ۱۳، ۱۴) ہے[۵۹]

آیاتِ قرآنی کی تشریح وتائید حدیث سے:

مولانا فراہیؒ نے اپنے طریقۂ تفسیر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ پہلی چیز جو قرآن کی تفسیر میں مرجع کا کام دے سکتی ہے وہ خود قرآن ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا فہم ہے پس میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے سب سے زیادہ پسند وہی تفسیر ہے جو پیغمبر اور صحابہ سے منقول ہو ..... میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ صحیح احادیث میں اور قرآن میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ تاہم میں روایات کو بطور اصل نہیں بلکہ بطور تائید کے پیش کیا کرتا ہوں۔ پہلے آیت کی تاویل اس کی ہم معنی دوسری آیات سے کرتا ہوں۔ اس کے بعد تبعاً اس کے متعلق صحیح احادیث کا ذکر کرتا ہوں"[۶۰]

چنانچہ تفسیر کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم کثرت سے دیکھتے ہیں کہ مولانا آیت کی تشریح کرتے ہوئے احادیث کو بھی پیش کرتے ہیں اور ان سے آیت کی تائید اور وضاحت کا کام لیتے ہیں۔ اس سلسلہ کی چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) سورۂ حجرات کی آیات: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ...... اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ (الحجرات - ۱۱-۱۳) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "سرکشی اور فتنہ وفساد کے معاملہ بند کرنے کے بعد قرآن نے اس کے اسباب کا ذکر کیا اور ان کا دروازہ بھی بند کر دیا، چنانچہ اس نے مذاق اڑانے، طعنہ دینے، برے القاب سے پکارنے، بدگمانی، غیبت اور تجسس کرنے اور فخر جتانے سے منع کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبۂ حجۃ الوداع میں ان تمام باتوں کو جمع کر دیا ہے:

"الا فان دماءکم واموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا، اسمعوا منی تعیشوا"[۶۳][۶۲]

(۲) آیت "لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ" (الانبیاء - ۲۳) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اشاعرہ نے اس آیت سے یہ سمجھا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو گناہ نہ کرنے کے باوجود عذاب دے تو بھی یہ ظلم نہیں ہوگا اور کسی کو اللہ تعالیٰ سے یہ پوچھنے کا حق نہ ہوگا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ لیکن آیت سے مراد یہ نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے "لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خٰلِدِيْنَ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَسْئُوْلًا" (الفرقان-۱۶) صحیح بخاری میں ہے:

"إن للعباد حقا على الله ان يدخلهم الجنة ان لم يشركوا به"[۴۲]

مزید فرماتے ہیں: "اگر اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو ہلاک کر دے تو یہ اس کی صفت عدل کے خلاف نہ ہوگا اس لیے کہ وہ مالک و مختار ہے لیکن اگر وہ بغیر گناہ کے اپنے بندوں کو عذاب دے تو یہ اس کی رحمت کے خلاف ہوگا جب کہ اس کی صفت رحیم ہے"[۴۳]

(۳) "ایمان و عمل" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"علماء میں اعمال کی حیثیت کے سلسلہ میں اختلاف ہے:

۱۔ بعض کہتے ہیں کہ بدعملی کے باوجود ایمان باقی رہ سکتا ہے۔

۲۔ بعض کا خیال ہے کہ بدعملی اور ایمان دونوں متضاد چیزیں ہیں۔ لہٰذا دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

۳۔ بعض لوگ اس میں فرق کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ایمان اور برے اعمال میں تضاد ہے لیکن اس کے درجات ہیں۔ کچھ برے اعمال ایسے ہیں جن سے ایمان میں کمی آجاتی ہے اور کچھ ایسے ہیں جن سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔

عقل و نقل سے بھی یہی ثابت ہے۔ ارشاد ربانی ہے: بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓــَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرہ-۸۱) وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (النساء-۹۳) وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (النساء-۱۴) سود کھانے والے کے بارے میں بھی یہی بات کہی گئی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے: "ان من الاعمال سبع موبقات"[۴۴] یہ قرآن سے استنباطی"[۴۵]

(۴) آیت "فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ" (الروم-۳۰) کی تفسیر کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"قرآن کی اس تصریح سے کہ اسلام دین فطرت ہے۔ بہت سے لوگ غلط فہمی کا شکار

ہو گئے ہیں اس کے کئی وجوہ ہیں:

(الف) انھوں نے سمجھا کہ تخلیق الٰہی میں تغیر و تبدیلی محال ہے۔ اس لیے کہ اللہ کا ارشاد ہے "لاتبدیل لخلق اللہ" حالانکہ یہ بات مشاہدہ کے بالکل بخلاف ہے۔ اس لیے کہ تخلیق میں تبدیلی ہوتی ہے یہ بات نص کے بھی خلاف ہے۔ قرآن میں: "ولآمرنھم فلیغیرن خلق اللہ" (النساء-۱۱۹) اور حدیث میں ہے: "لعن اللہ الواشمۃ والمستوشمۃ ..... المغیرات خلق اللہ" کلام کا سیاق یہ ہے کہ تخلیق میں تبدیلی سے منع کیا جارہا ہے۔ اگر یہ غیر محال ہوتی تو اس کی نہی کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ آیت کی صحیح تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اس ارشاد باری کے مثل ہے: "فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ" (البقرہ-۱۹۷)"

(۵) ایک جگہ فرماتے ہیں:

"عقل و نقل کے تمام پہلوؤں سے یہ بحث طے پا چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ فرض رسالت کی ادائیگی کے لیے انھیں لوگوں کو چنا ہے جو اس کی مخلوق میں اخلاق و تقویٰ کے لحاظ سے نقطۂ کمال پر رہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے: "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" (الانعام-۱۲۴) حضرت سرور کائنات کی نسبت فرمایا "وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ" (القلم-۴) اس مضمون کی توضیح صحیحین کی ایک روایت سے ہوتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا اور بقیہ تمام مخلوق کو دوسرے پلڑے میں۔ جب آپ تمام مخلوق پر بھاری ثابت ہوئے تب آپ کا انتخاب فرض رسالت کی ذمہ داریوں کے لیے عمل میں آیا۔"

(۶) ایک جگہ فرماتے ہیں:

"ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہوئے صفات جمالی غالب ہوں۔ صفات جلالی، صفات جمالی کے ضمن میں ملحوظ ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر رحمت جو ایک صفت جمال ہے اس کا نفاذ علم، قدرت، عدل اور غضب کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ یہی مطلب ہے حدیث "سبقت رحمتی علی غضبی" کا۔ لیکن اگر نفس کی جانب دیکھا جائے تو جلال کا ذکر مقدم ہوتا ہے۔ پھر جمال کے ذکر سے خوف و یاس کی حدت کو بجھایا جاتا ہے جیسے ارشاد باری ہے: "تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ" (الزمر-۲۳) ہمیشہ نفس اور دنیا کی بندشوں سے اسی کی طرف فرار ہوتا ہے۔ وہی ملجا و ماویٰ اور مقصود و مستعان ہے۔ اسی طرح صفات جلالی کے اثرات کے غلبہ کے وقت بھی اسی کی طرف فرار ہوتا ہے۔

اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْکَ" [۴۷]

(۷) سورۂ الرحمٰن کی آیات "اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ" (۱-۳) ذکر کر کے فرماتے ہیں: "ان آیات کا آغاز اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے کیا کیوں کہ وہی رحمت اور تعلیم کا مبدا ہے اور تمھیں بتلایا کہ اس کی بے پایاں رحمت یہ ہے کہ اس نے قرآن کی تعلیم دی۔ اس نے تمھیں پیدا کیا اور بولنا سکھایا تاکہ تم اپنے آپ کو اس تعلیم کے لیے تیار کر سکو۔ اس توضیح سے حدیث میں وارد حکمت کی وضاحت ہو جاتی ہے: "خیرکم من تعلم القرآن وعلمه" (رواہ ابن ماجہ عن سعد)" [۴۸]

(۸) سورۂ احزاب کی ایک آیت ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (۴۰) خاتم النبیین کی تشریح میں مولانا فرماتے ہیں:

"بنی اسرائیل میں نبوت حضرت مسیح پر ہی ختم ہو گئی لیکن بنی اسماعیل میں باقی رہی پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لا یکون بعدی الا الرویا الصالحة" [۴۹]

احادیث کی طرف اشارے یا مجمل حوالے:

مولانا آیات کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے بسا اوقات احادیث کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں یا ان کا اجمالی حوالہ دیتے ہیں مثلاً کہیں آیت کی تفسیر میں وہ صرف اتنا کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اس بات کی تائید صحیح حدیث سے ہوتی ہے یا اس حدیث کے ایک دو الفاظ ذکر کر دیتے ہیں جس سے قاری کے ذہن میں پوری حدیث آ جائے۔ اس اعتبار سے ان مقامات کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

(۱) سورہ والتین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یہاں سیاق کلام خود بخود اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ سلسلہ کی تمام کڑیاں موجود ہیں صرف آخری کڑی کی جگہ خالی ہے یا حضرت مسیح کے لفظوں میں پورا قصر تو تعمیر ہو چکا ہے صرف کونے کی آخری اینٹ کا انتظار ہے (حضرت مسیح کے الفاظ کی تائید حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے)" [۵۰]

جس صحیح حدیث کی طرف مولانا نے سطور بالا میں اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے:

عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: مثلی ومثل الانبیاء من

قبلی کمثل رجل بنی بنیانا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة؟ قال فانا اللبنة وانا خاتم النبیین[۵۱]

(حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور مجھ سے پیشتر کے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک حسین وجمیل عمارت بنوائی۔ صرف ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ لوگ اس عمارت کے اردگرد گھومتے، اسے پسندیدگی کی نظروں سے دیکھتے اور کہتے کہ اس اینٹ کو کیوں نہیں رکھ دیا جاتا۔ (آپؐ نے فرمایا) وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں)

(۲) سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"عملی اور قولی تواتر مثلاً حدیث خداج اور حدیث "قسمت الصلاۃ بینی وبین عبدی" سے یہ بات ثابت ہے کہ سورۂ فاتحہ نماز کی سورہ ہے"[۵۲]

"قسمت الصلاۃ والی مشہور حدیث میں فرمایا ہے کہ جب بندہ مالک یوم الدین کہتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے اپنے تئیں میرے حوالے کر دیا"[۵۳]

یہاں مولانا نے دو حدیثوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حدیث خداج سے مراد یہ حدیث ہے:

"عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی صلاۃ لم یقرأ فیها بام القرآن فهی خداج"[۵۳] (جو شخص نماز میں ام القرآن (یعنی سورۂ فاتحہ) نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے)

دوسری حدیث بھی حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

"سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تعالیٰ قسمت الصلاۃ بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی ما سأل، فاذا قال العبد الحمد للہ رب العلمین قال اللہ تعالیٰ حمدنی عبدی، واذا قال الرحمن الرحیم قال اللہ اثنی علی عبدی، فاذا قال مالک یوم الدین قال مجدنی عبدی، وقال مرۃ فوض الی عبدی فاذا قال ایاک نعبد وایاک نستعین قال هذا بینی وبین عبدی ولعبدی ما سأل فاذا قال اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال هذا لعبدی ولعبدی ما سأل"[۵۴]

(میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

ہے: میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کرلیا ہے اور میرے بندے کے لیے ہے جو وہ مانگے۔ جب بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العلمین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد بیان کی پھر جب بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم تو اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثنا کی۔ پھر جب وہ کہتا ہے ملک یوم الدین تو فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی (ایک مرتبہ حضور نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا) پھر جب کہتا ہے ایاک نعبد وایاک نستعین تو فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے ہے جو کچھ اس نے مانگا پھر جب کہتا ہے اھدنا۔۔۔تا۔۔۔الضالین تو فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لیے ہے اور اس کے لیے ہے جو کچھ اس نے مانگا)

(۳) ایک جگہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے ہمیں عذاب سے نجات دینے اور گناہوں سے پاک کرنے کا وعدہ کیا ہے بلکہ توبہ کرنے والے کی قدر و منزلت بڑھ جانے کی صراحت کی ہے جیسا کہ سورۂ آل عمران میں ہے۔ انجیل میں اس کے لیے "گم شدہ بھیڑ" کی تمثیل بیان کی گئی ہے۔ "مسافر اور اس کی سواری" والی حدیث میں بھی حضرت عیسیٰ ہی کی جیسی تمثیل ہے۔"[۸۴]

یہاں مولانا نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اسے حضرت عبداللہ نے روایت کیا[۸۵] فرماتے ہیں:

"سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: للہ اشد فرحا بتوبة عبده المومن من رجل فی ارض دویة مهلكة معه راحلته علیها طعامه وشرابه فنام فاستیقظ وقد ذهبت فطلبها حتی ادركه العطش ثم قال ارجع الی مكانی الذی كنت فیه فانام حتی اموت، فوضع راسه علی ساعده لیموت فاستیقظ وعنده راحلته علیها زاده وطعامه وشرابه، فالله اشد فرحا بتوبة العبد المومن من هذا براحلته وزاده"[۸۶]

(میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کو اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جو کسی بے آب وگیاہ وہلاکت خیز سرزمین میں سفر کر رہا ہو۔ اس کے ساتھ اس کی سواری ہو جس پر کھانا پانی لدا ہو۔ راستے میں وہ ایک جگہ اتر کر سو جائے جب بیدار ہو تو دیکھے کہ سواری بھاگ گئی ہے۔ وہ اس کی تلاش میں ادھر ادھر جائے یہاں تک کہ وہ پیاس سے بے دم ہو جائے تو کہے کہ میں جہاں تھا وہیں چلوں اور سو رہوں تاکہ وہیں موت آجائے۔

وہاں واپس آکر اپنے بازو پر سر رکھ کر موت کے انتظار میں سوہ ہے لیکن جب آنکھ کھلے تو قریب ہی اپنی سواری کھڑی ہوئی دیکھے اور اس پر اس کا زاد راہ کھانا پانی بھی موجود ہو۔ اس شخص کو اس وقت جتنی زیادہ خوشی ہوگی۔ اس سے زیادہ خوشی اللہ کو اپنے مومن بندے کی توبہ سے ہوتی ہے)

(۴) ایک جگہ مولانا نے لکھا ہے:

"ہمارے لیے حق و باطل کو علی الاطلاق جان لینا کافی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ ہمارے سامنے ان کے نمونے بھی رہیں"۔ اس ذیل میں سورۂ فاتحہ کی آیات (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) کی تشریح کرتے ہوئے 'غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ' کے تحت لکھتے ہیں: "قرآن و حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کے راستے سے دور رکھنے کی ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے ~~ہجیے~~

حدیث میں حضرت عدی ابن حاتمؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ (جن پر اللہ کا غضب ہوا) یہود اور ضآلّین (گمراہ) نصاریٰ ہیں"۔ ۲۴

(۵) ایک جگہ فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انقلاب کی پیش گوئی پہلے سے فرما دی تھی اور اس دور کو "ملکِ عضوض" کے لفظ سے تعبیر فرمایا تھا"۔ ۲۵

یہاں ایک طویل حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تکون النبوة فیکم ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اذا شاء ان یرفعھا ثم تکون خلافة علی منھاج النبوة فتکون ماشاء اللہ ان تکون، ثم یرفعھا اذا شاء اللہ ان یرفعھا ثم تکون ملکا عاضا فیکون ماشاء اللہ ان یکون ثم یرفعه اذا شاء ان یرفعه ..... الحدیث ۲۶

(تمہارے درمیان جب تک اللہ چاہے گا نبوت رہی گی۔ اس کے بعد جب چاہے گا اسے ختم کردیگا اس کے بعد جب تک وہ چاہے گا خلافت علی منہاج النبوة ہوگی اور جب چاہے گا اسے بھی ختم کردیگا اس کے بعد حکومت کا زمانہ ہوگا۔ جب تک اللہ چاہے گا یہ زمانہ رہے گا اور جب چاہے گا ختم ہو جائے گا.....)

(۴) پیچھے حدیث کے اسالیب میں گذرا کہ مولانا نے 'مقابلہ و موازنہ' کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: "قرآن اور حدیث میں صراحت ہے کہ کافروں سے اس وقت تک جنگ کی جائے جب تک کہ وہ نماز نہ پڑھنے لگیں اور زکاۃ نہ دینے لگیں۔"[۹۱]

اشارہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک حدیث کی طرف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا إلٰه الا اللّٰه وان محمدا رسول اللّٰه ویقیموا الصلاۃ ویؤتوا الزکاۃ فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دماءھم واموالھم الا بحق الاسلام وحسابھم علی اللّٰه"[۹۲]

(مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز نہ قائم کرنے لگیں اور زکاۃ نہ دینے لگیں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو ان کے جان و مال محفوظ ہو جائیں گے، سوائے حق کے، اور ان کا حساب اللہ پر ہے)

احادیث کی تاویل:

مولانا فراہی نے قرآن و حدیث کے باہمی تعلق کے بارے میں فرمایا ہے:

"بہت سی روایتیں جو بظاہر متضاد نظر آتی ہیں لیکن جب ہم قرآن کی روشنی میں ان کی تاویل کرتے ہیں تو ان میں کوئی تضاد باقی نہیں رہتا۔ قرآن مرکز کی حیثیت رکھتا ہے اور حدیثیں مختلف پہلوؤں سے اس کی طرف رجوع ہوتی ہیں"[۹۳] اسی اصول کی بنیاد پر مولانا نے قرآن کو بنیاد اور مرکز بنا کر بعض احادیث کی تاویلیں کی ہیں۔ اس سلسلہ میں حسن تاویل کی ایک اچھی مثال سورۂ کوثر میں لفظ کوثر کی تاویل ہے۔ کوثر کی تعیین میں علمائے سلف کے متعدد اقوال ہیں۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے بارے میں ارشاد موجود ہے:

حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

"لما عرج النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الی السماء قال اتیت علی نھر حافتاہ جناب اللؤلؤ المجوف فقلت ماھذا یا جبریل؟ قال ھذا الکوثر"[۹۵]

(معراج میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر پہنچے تو آپؐ فرماتے ہیں کہ) میں ایک ایسی نہر سے گزرا جس کے دونوں کناروں پر مجوف موتیوں کے محل تھے۔ میں نے جبریل سے

کا حوض اور جنت کی نہر ہونا تو یہ تطبیق زیادہ بہتر ہوگی اور بہ اعتبار تاویل بھی یہ تاویل زیادہ مناسب اور قابل صورت ہے۔[۴]

آگے فرماتے ہیں: "سلف نے کوثر آخرت کے بارے میں اختلاف نہیں کیا ہے بلکہ لفظ کی عمومیت اور حقیقت معنی کی رعایت سے ان چیزوں کو بھی اس کے دائرے میں داخل کر دیا ہے جو داخل ہو سکتی تھیں تاکہ لفظ عام وسیع اور اپنی دلالت میں اسم با مسمی (کوثر) ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بعد کے مفسرین نے اس کی مزید توجیہ اور کاوش جائز سمجھی، مگر اس کے متعلق کچھ کہنا بدعت و ضلالت ہوتا تو وہ خاموش رہتے اور سلف بھی اس میں کسی قسم کا اختلاف نہ کرتے۔ اس وجہ سے اگر میں کسی ایسی تاویل کا سراغ لگاؤں جو مختلف نقطوں کو ایک کر دے تو جس طرح سلف کا اس کی تاویل میں ایک دوسرے کے خلاف نہیں پاتا اسی طرح اپنے کو بھی ان کے خلاف نہ سمجھوں گا۔ البتہ یہ فرق ہوگا کہ انھوں نے اس کو عام قرار دے کر اس سے حوض یا نہر جنت بھی اور ان کے ماسوا ہر وہ چیز جس میں خیر کثیر ہو مثلاً قرآن، حکمت، اسلام، نبوت جن کو حوض یا نہر سے کوئی مناسبت نہیں ہے مراد لی، مگر میں اس سے وہ چیز مراد لوں گا جس کو اس حوض یا نہر سے نہایت واضح مشابہت ہے جس کی کیفیت آنحضرتؐ نے بیان فرمائی ہیں...[۵]

اس کے بعد مولانا نے خانہ کعبہ اور حوض یا نہر جنت کے درمیان دس مشابہتیں بیان فرمائی ہیں پھر نتیجے کے طور پر فرمایا ہے: "معراج میں جو نہر کوثر آنحضرتؐ کو مشاہدہ کرائی گئی تھی اس کی صفات پر جو شخص بھی غور کرے گا اس پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ نہر کوثر درحقیقت کعبہ اور اس کے ماحول کی روحانی مثال ہے۔"[۶]

تعلیقات و حواشی

۱ مولانا اصلاحی کا یہ مضمون "مختصر حیات حمید" نامی کتاب میں بھی شامل ہے۔ مرتب عبدالرحمن ناصر اصلاحی مطبع معارف ۱۹۸۳ء

۲ مجموعہ تفاسیر فراہی مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان لاہور طبع اول ص ۳۱-۳۲

۳ ایضاً ص ۳۲-۳۳ ۴ ایضاً ص ۳۲

۵ مقدمہ تفسیر نظام القرآن مولانا فراہی ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی۔ دائرہ حمیدیہ سرائے میر اعظم گڑھ ص ۲۱-۲۳

۶ التکمیل فی اصول التاویل مولانا فراہی دائرہ حمیدیہ سرائے میر ابتدائی صفحہ

سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ کوثر ہے)

چنانچہ حضرت ابن عباس حضرت عائشہ، حضرت ابن عمر حضرت انس، مجاہد اور ابوالعالیہ سے مروی ہے کہ کوثر سے مراد جنت میں ایک نہر ہے۔ سعید بن جبیر، عکرمہ، قتادہ فرماتے ہیں (اور حضرت ابن عباس اور مجاہد کا دوسرا قول ہے) کہ اس سے مراد خیر کثیر ہے۔ کچھ دوسرے اقوال ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد نبوت یا قرآن یا اسلام یا حوض جنت وغیرہ ہے[۹۹]

مولانا فراہی نے لفظ کوثر کی لغوی تشریح کی ہے اور مذکورہ تمام اقوال کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان تمام اقوال کا ماخذ و مرجع ایک جامع حقیقت ہے۔ لکھتے ہیں:

"اس تفصیل سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ لفظ کوثر کی تحقیق میں بہت سے مذہب نہیں ہیں جیسا کہ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے۔ صرف دو مذہب ہیں۔ ایک یہ کہ کوثر سے کوئی خاص چیز مراد لی جائے یعنی حوض محشر یا نہر جنت یا حکمت یا قرآن یا اسی قسم کی کوئی اور چیز۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ عام ہے۔ ہر چیز جس میں خیر کثیر ہو اس کے دائرہ میں داخل ہے۔

جو لوگ اس کو کسی معین چیز کا نام قرار دیتے ہیں ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں آنحضرتؐ نے نہر جنت کا ذکر کوثر کے نام سے فرمایا ہے اور جو لوگ اس کو نہر اور نہر کے علاوہ دوسری چیزوں کیلئے عام مانتے ہیں وہ حدیث اور قرآن میں تطبیق دینا چاہتے ہیں۔ انھوں نے قرآن کی تاویل اس کی عبارت کے اقتضاء کے مطابق کی ہے اور حدیث کی تاویل اس طرح کردی ہے کہ وہ قرآن کے خلاف نہ پڑے اس وجہ سے یہ اختلاف نہ ہوا بلکہ یہ دو تاویلوں میں جمع کی شکل ہوئی کیونکہ عام اور خاص میں کوئی تضاد نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباس سے دو مختلف قولوں میں اسی قسم کی تطبیق حضرت سعید بن جبیر نے دی ہے[۱۰۰] اس کے بعد مولانا نے ابن عباس سے دو اقوال نقل کیے ہیں پہلے میں ابن عباس نے کوثر نہر جنت کو قرار دیا ہے اور دوسرے میں کوثر کا مطلب خیر کثیر بتلایا ہے۔ دوسری روایت میں مزید ہے کہ: "ابو بشر (سعید بن جبیر کے شاگرد) کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے عرض کیا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے تو سعید نے جواب دیا کہ یہ جنت کی نہر اسی خیر کثیر میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا ہے[۱۰۱] پھر فرماتے ہیں: "یہ دونوں قولوں کے درمیان تطبیق کی شکل ہے یعنی خاص اور عام میں توفیق پیدا کردی گئی ہے۔ اب اگر قرآن اور حدیث کے درمیان کامل تطبیق کے لیے یہ کہا جائے کہ جو کوثر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو دنیا میں عطا فرمایا ہے وہی اپنی حقیقی شکل میں موقف

۷ه التکمیل فی اصول التاویل مولانا فراہی دائرہ حمیدیہ سرائے میر ص۲۱
۸ه مجموعہ تفاسیر فراہی ص۲۶
۹ه صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب حسن الصوت بالقراۃ۔ یہ روایت مسلم کتاب صلاۃ المسافرین ترمذی کتاب المناقب اور نسائی ابن ماجہ، دارمی اور مسند احمد میں بھی مروی ہے۔
۱۰ه مفردات القرآن مولانا فراہی دائرہ حمیدیہ سرائے میر ص۱۳
۱۱ه ان الفاظ کے ساتھ مجھے کوئی حدیث نہیں مل سکی البتہ نسائی میں حضرت علی فرماتے ہیں امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نستشرف العین والاذن وان لا نضحی بمقابلۃ ولا مدابرۃ ولا بتراء ولا خرقاء (کتاب الضحایا باب المقابلۃ وھی ما قطع طرف اذنہا) اس سے بھی مقصود ثابت ہو جاتا ہے۔
۱۲ه مسند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کلام او امر ذی بال لا یفتح بذکر اللہ عزوجل فھو ابتر او قال اقطع" ۲/۳۵۹
۱۳ه مجموعہ تفاسیر فراہی سورۂ کوثر ص۴۳۳-۴۳۴ نیز مفردات القرآن ص۱۴
۱۴ه صحیح بخاری کتاب الزکاۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ۔ یہ روایت بخاری ہی میں کتاب الادب کتاب الرقاق اور کتاب التوحید میں بھی مذکور ہے اور مسلم کتاب الزکاۃ، ترمذی کتاب القیامہ، کتاب الزہد، نسائی کتاب الزکاۃ۔ ابن ماجہ مقدمہ کتاب زکاۃ دارمی۔ الزکاۃ اور مسند احمد میں بھی آئی ہے۔ بخاری کتاب المناقب میں "اتقوا النار ولو بشقۃ تمرۃ" کے الفاظ سے بھی آئی ہے۔
۱۵ه مفردات القرآن ص۱۹ ۱۶ه
۱۷ه مفردات القرآن ص۶۲ ۱۸ه سنن ترمذی کتاب الطب
۱۹ه مفردات القرآن ص۶۷-۶۸
۲۰ه پوری حدیث یوں ہے: المسلمون تتکافأ دماؤھم وھم ید علی من سواھم یسعی بذمتھم ادناھم ویرد علی اقصاھم" یہ حدیث ابن ماجہ ابواب الدیات، نسائی کتاب القسامۃ ابوداؤد کتاب الجہاد اور کتاب الدیات اور مسند احمد میں مذکور ہے۔
۲۱ه مجموعہ تفاسیر فراہی تفسیر سورۂ ابی لہب ص۴۹۸
۲۲ه ایضاً تفسیر سورۂ ذاریات ص۱۵۰ ۲۳ه ایضاً ص۱۵۲
۲۴ه ان الفاظ کے ساتھ مجھے یہ حدیث نہیں مل سکی۔ مسند احمد میں ہے: عن ھشام بن عامر قال

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان رأس الدجال من ورائه حبك حبك ۲۰/۴ دوسری روایت کے الفاظ ہیں: عن ابی قلابة عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان من بعدکم الکذاب المضل، وان رأسه من بعده حبك حبك حبك ۳۷۲/۵

۲۵ مجموعہ تفاسیر فراہی تفسیر سورۂ ذاریات ص۱۵ نیز مفردات القرآن ص۳۳

۲۶ مجموعہ تفاسیر فراہی تفسیر سورہ تحریم ص۲۵۰ نیز مفردات القرآن ص۵۰

۲۷ مولانا نے تفسیر سورہ تحریم میں 'فلا یسمعه احد الا اصغی الیه' کے الفاظ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے لیکن مفردات القرآن میں الفاظ ہیں: 'فلا یسمعه احد الا اصغی لیتا'۔ مسند احمد میں یہ روایت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے: عن ابن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... ثم ینفخ فی الصور فلا یسمعه احد الا اصغی له' ۱۶۶/۲۔ صحیح مسلم میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ثم ینفخ فی الصور فلا یسمعه احد الا اصغی لیتا ورفع لیتا (مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال)

۲۸ یہ الفاظ آنحضرت ؐ کے بارے میں نہیں بلکہ حضرت ابوقتادہ کے بارے میں ہیں: "ان ابا قتادة کان یصغی لها الاناء" مسند احمد ۲۹۶/۵۔ یہ روایت ترمذی کتاب الطہارۃ۔ نسائی کتاب الطہارۃ و کتاب المیاہ موطا کتاب الطہارہ۔ دارمی کتاب الوضوء میں بھی مروی ہے 'صغو' کے مادہ سے حدیث میں دوسرے بہت سے الفاظ بھی آئے ہیں دیکھئے المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث لفظ 'اصغی'

۲۹ مجموعہ تفاسیر فراہی تفسیر سورۂ تحریم ص۲۵۰-۲۵۱ نیز مفردات القرآن ص۵۰، مولانا کی تحریروں میں تلاش کرنے سے ان کے علاوہ کچھ اور مثالیں بھی مل سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھئے خاتم النبیین اور حکمة کی تشریح مفردات القرآن ص۳۵ اور ص۳۸ وغیرہ

۳۰ یہ حدیث مجھے صحیح بخاری میں نہیں مل سکی۔ البتہ ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور احمد میں مذکور ہے۔

۳۱ دلائل النظام مولانا فراہی دائرہ حمیدیہ سرائے میر ص۶۸

۳۲ القائد الی عیون العقائد مولانا فراہی، دائرہ حمیدیہ سرائے میر ص۱۹۰ ۳۳ ایضاً ص۲۰۰

۳۴ پوری حدیث یوں ہے: عن ابن عباس رضی اللہ عنه ان رسول اللہ ﷺ خطب الناس یوم النحر فقال یا ایها الناس ای یوم هذا؟ قالوا یوم حرام قال فای بلد هذا قالوا بلد حرام قال فای شهر هذا؟

قالوا شہر حرام قال: فان دماءکم واموالکم واعراضکم حرام کحرمۃ یومکم ہذا فی بلدکم ہذا فی شہرکم ہذا۔ صحیح بخاری کتاب المناسک باب الخطبۃ ایام منیٰ۔ یہ حدیث تقریباً تمام ہی کتب حدیث میں ملتی ہے۔

۳۵؎ اقسام القرآن مولانا فراہی ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی مکتبہ چراغ راہ کراچی طبع دوم ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۰۱

۳۶؎ صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین۔ حدیث کے الفاظ ہیں: عن ابی امامۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: اقرءوا الزہراوین البقرۃ وآل عمران فانہما تاتیان یوم القیامۃ کانہما غمامتان

۳۷؎

۳۸؎ صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ کہیعص۔ باب قولہ وانذرہم یوم الحسرۃ۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عن ابی سعید الخدری قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یؤتی بالموت کھیئۃ کبش املح۔۔۔۔ الحدیث

۳۹؎ مجموعہ تفاسیر فراہی تفسیر سورۂ کوثر صفحہ ۵۸۸

۴۰؎ بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ باب الصلوات الخمس کفارۃ للخطایا۔ پوری حدیث یہ ہے: عن ابی ہریرۃ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ارایتم لو ان نہرا بباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمسا ما تقول ذلک یبقی من درنہ؟ قالوا لا یبقی من درنہ شیئا قال فذلک مثل الصلوات الخمس"

۴۱؎ مجموعہ تفاسیر صفحہ ۵۸۸

۴۲؎ بخاری کتاب العلم باب طرح الامام المسئلۃ۔ پوری حدیث یہ ہے: عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان من الشجرۃ لا یسقط ورقہا وانہا مثل المسلم حدثونی ما ہی؟ قال فوقع الناس فی شجر البوادی قال عبد اللہ فوقع فی نفسی انہا النخلۃ فاستحییت ثم قالوا حدثنا یا رسول اللہ ما ہی؟ قال: ہی النخلۃ

۴۳؎ مجموعہ تفاسیر صفحہ ۵۹۳

۴۴؎ ان الفاظ میں مجھے کوئی حدیث نہیں مل سکی۔ البتہ متعدد احادیث میں اللہ کے لیے 'ضحک' ثابت ہے مثلاً: ضحک ربنا من قنوط عبادہ احمد ۴/۱۱، ۱۲، لقد ضحک اللہ من فلان صحیح بخاری تفسیر ان اللہ لیضحک الی ثلاثۃ ابن ماجہ مقدمہ، یضحک اللہ الی رجلین یقتل احدہما الآخر۔ الخ

کتاب العطایا میں بھی مروی ہے۔

۴۷ؔ عیون العقائد ص ۱۰۱-۱۰۲

۴۸ؔ یہ حدیث الفاظ کے کچھ کچھ فرق کے ساتھ بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، النسائی، ابن ماجہ، دارمی اور احمد میں مذکور ہے۔ صحیح بخاری میں ہے: عن عبد اللہ (بن مسعود) قال لعن اللہ الواشمات والمؤتشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ کتاب التفسیر سورۃ الحشر باب قولہ وما آتاکم الرسول فخذوہ، ابن ماجہ میں ہے: عن عبد اللہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ۔ باب الواصلۃ والواشمۃ۔

۴۹ؔ عیون العقائد ص ۱۴۳-۱۴۵

۵۰ؔ اس مضمون کی حدیث مجھے صحاح میں نہیں مل سکی۔ البتہ مسند احمد میں ایک روایت ہے جس کا مضمون اس سے ملتا جلتا ہے: عن ابن عمر قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات غداۃ بعد طلوع الشمس فقال رأیت قبیل الفجر کانی اعطیت المقالید والموازین فاما المقالید فہذہ المفاتیح واما الموازین فہی التی توزنون بہا فوضعت فی کفۃ ووضعت امتی فی کفۃ فوزنت بہم فرجحت...... ۲/۷۶، ایک دوسری روایت میں حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: دخلت الجنۃ...... ثم خرجنا من احد ابواب الجنۃ الثمانیۃ فلما کنت عند الباب اتیت بکفۃ فوضعت فیہا ووضعت امتی فی کفۃ فرجحت بہا...... ۵/۲۵۹

۵۱ؔ تفسیر سورۂ عبس ص ۴

۵۲ؔ یہ حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "سبقت رحمتی غضبی" یہ حدیث بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور احمد وغیرہ میں مروی ہے۔ بعض روایات میں "رحمتی سبقت غضبی"، بعض میں "ان رحمتی سبقت غضبی"، بعض میں "ان رحمتی غلبت غضبی" اور بعض میں "ان رحمتی تغلب غضبی" کے الفاظ ہیں لیکن میرے علم کی حد تک کسی روایت میں "سبقت رحمتی علی غضبی" (علی کے ساتھ) نہیں ہے۔

۵۳ؔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری دعا ان الفاظ میں ہے: اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک، لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ بہ روایت مسلم، ابو داؤد، ترمذی، مسند احمد ۱/۹۶، ۱۱۸، ۱۵۰، ۶/۵۸، ۲۰۱، ۲۱۵

نسائی اور ابن ماجہ میں بھی مروی ہے۔

۷۴؎ عیون العقائد ص ۴۲-۴۳

۷۵؎ مولانا نے اس حدیث کا حوالہ "رواہ ابن ماجہ عن سعد" دیا ہے لیکن ابن ماجہ میں حضرت سعد سے جو روایت مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: عن مصعب بن سعد عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "خیارکم من تعلم القرآن وعلمہ" (ابن ماجہ باب فضل من تعلم القرآن وعلمہ) البتہ حضرت عثمان بن عفان سے مروی حدیث کے الفاظ وہی ہیں جو مولانا نے نقل کیے ہیں۔

۷۶؎ دلائل النظام ص ۱۵

۷۷؎ احمد ۱/۲۱۹ اور ابن ماجہ ابواب تعبیر الرویا باب الرویا الصالحۃ میں یہ روایت ان الفاظ میں ہے: عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ----- "ایھا الناس انہ لم یبق من مبشرات النبوۃ الا الرویا الصالحۃ"

۷۸؎ مفردات القرآن ص ۳۸

۷۹؎ تفسیر سورۂ والتین مولانا فراہی ترجمہ امین احسن اصلاحی ص ۴۹

۸۰؎ بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین، مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین احمد ۲/۲۵۶، ۳۹۸، ۴۱۲

۸۱؎ تفسیر سورۂ فاتحہ مولانا فراہی ترجمہ امین احسن اصلاحی ص ۳۵ ۸۲؎ ایضاً ص ۳۸

۸۳؎ صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ۔ یہ حدیث موطا، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور احمد میں بھی مروی ہے۔

۸۴؎ صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ۔ یہ حدیث ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور احمد میں مذکور ہے۔

۸۵؎ فی ملکوت اللہ مولانا فراہی دائرہ حمیدیہ سرائے میر ص ۱۳

۸۶؎ صحیح مسلم کتاب التوبہ۔ ترمذی کتاب القیامۃ، دارمی کتاب الرقاق، مسند احمد

۸۷؎ عیون العقائد ص ۱۶

۸۸؎ ترمذی کتاب التفسیر سورۂ فاتحہ، مسند احمد، تفسیر ابن کثیر سورۂ فاتحہ

۸۹؎ تفسیر سورۂ الشمس ص ۴۳

کتاب الرعایا میں بھی مروی ہے۔

٢٧ھ عیون العقائد ص ١٠١-١٠٢

٢٨ھ یہ حدیث الفاظ کے کچھ کچھ فرق کے ساتھ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، النسائی، ابن ماجہ، دارمی اور احمد میں مذکور ہے۔ صحیح بخاری میں ہے: عن عبد اللہ (بن مسعود) قال لعن اللہ الواشمات والموتشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ۔ کتاب التفسیر سورۃ الحشر باب قولہ وما آتاکم الرسول فخذوہ۔ ابن ماجہ میں ہے: عن عبد اللہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وسلم) الواشمات والموتشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ۔ باب الواصلۃ والواشمۃ۔

٢٩ھ عیون العقائد ص ١٤٣-١٤٥

٣٠ھ اس مضمون کی حدیث مجھے صحاح میں نہیں مل سکی۔ البتہ مسند احمد میں ایک روایت ہے جس کا مضمون اس سے ملتا جلتا ہے: عن ابن عمر قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات غداۃ بعد طلوع الشمس فقال رأیت قبیل الفجر کأنی اعطیت المقالید والموازین فاما المقالید فہذہ المفاتیح واما الموازین فہی التی تزنون بہا فوضعت فی کفۃ ووضعت امتی فی کفۃ فوزنت بہم فرجحت۔۔۔۔ ٧٦/٢، ایک دوسری روایت میں حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: دخلت الجنۃ۔۔۔۔ ثم خرجنا من احد ابواب الجنۃ الثمانیۃ فلما کنت عند الباب اتیت بکفۃ فوضعت فیہا ووضعت امتی فی کفۃ فرجحت بہا۔۔۔ ٢٥٩/٥

٣١ھ تفسیر سورۃ عبس ص ٣

٣٢ھ یہ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "سبقت رحمتی غضبی" یہ حدیث بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور احمد وغیرہ میں مروی ہے۔ بعض روایات میں رحمتی سبقت غضبی، بعض میں ان رحمتی سبقت غضبی، بعض میں ان رحمتی غلبت غضبی اور بعض میں ان رحمتی تغلب غضبی کے الفاظ ہیں لیکن میرے علم کی حد تک کسی روایت میں "سبقت رحمتی علی غضبی" (علی کے ساتھ) نہیں ہے۔

٣٣ھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری دعا ان الفاظ میں ہے: اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک، لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ بحوالہ مسند احمد ٩٦/١، ١١٨، ١٥٠، ٥٨/٦، ٢٠١ یہ روایت مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ٢١٥

نسائی اور ابن ماجہ میں بھی مروی ہے۔

۷۴ عیون العقائد ص ۴۲-۴۳

۷۵ مولانا نے اس حدیث کا حوالہ "رواہ ابن ماجہ عن سعد" دیا ہے لیکن ابن ماجہ میں حضرت سعد سے جو روایت مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: عن مصعب بن سعد عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: خیارکم من تعلم القرآن وعلمہ" (ابن ماجہ باب فضل من تعلم القرآن وعلمہ) البتہ حضرت عثمان بن عفان سے مروی حدیث کے الفاظ وہی ہیں جو مولانا نے نقل کیے ہیں۔

۷۶ دلائل النظام ص ۱۵

۷۷ احمد ۱/۲۱۹ اور ابن ماجہ ابواب تعبیر الرویا باب الرویا الصالحۃ میں یہ روایت ان الفاظ میں ہے:
عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ..... ایھا الناس انہ لم یبق من مبشرات النبوۃ الا الرویا الصالحۃ"

۷۸ معنویات القرآن ص ۳۸

۷۹ تفسیر سورۂ والتین مولانا فراہی ترجمہ امین احسن اصلاحی ص ۹۹

۸۰ بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین، مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین احمد ۲/۲۵۶، ۳۹۸، ۴۱۲

۸۱ تفسیر سورۂ فاتحہ مولانا فراہی ترجمہ امین احسن اصلاحی ص ۳۵   ۸۲ ایضاً ص ۳۸

۸۳ صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ۔ یہ حدیث موطا، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور احمد میں بھی مروی ہے۔

۸۴ صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ۔ یہ حدیث ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور احمد میں مذکور ہے۔

۸۵ فی ملکوت اللہ مولانا فراہی دائرہ حمیدیہ سرائے میر ص ۱۳

۸۶ صحیح مسلم کتاب التوبہ۔ ترمذی کتاب القیامہ، دارمی کتاب الرقاق، مسند احمد

۸۷ عیون العقائد ص ۱۶

۸۸ ترمذی کتاب التفسیر سورۂ فاتحہ، مسند احمد، تفسیر ابن کثیر سورۂ فاتحہ

۸۹ تفسیر سورۂ الشمس ص ۴۳

۹۰ مسند احمد ۶/۲۷۳، مولانا فراہی نے حدیث کے الفاظ 'ملک عضوض' نقل کیے ہیں ان الفاظ کے ساتھ حدیث مجھے نہیں مل سکی۔ مذکورہ حدیث میں 'ملک عاض' کا لفظ ہے۔ مسند احمد ہی میں ایک دوسری روایت ہے جو حضرت علی سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: یاتی علی الناس زمان عضوض یعض الموسر علی ما فی یدیه ۱/۱۱۶۔ اس میں 'زمان عضوض' کا لفظ ہے۔

۹۱ دلائل النظام صفحہ ۶۳

۹۲ صحیح بخاری کتاب الایمان باب فان تابوا واقاموا الصلاۃ

۹۳ یہ صرف چند مثالیں ہیں۔ ورنہ بہت سی جگہوں پر مولانا نے احادیث کی طرف اشارے کیے ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھئے عیون العقائد صفحہ ۱۰۲، تفسیر سورۂ الذاریات صفحہ ۳۴، دلائل النظام صفحہ ۸۱، تفسیر سورۂ کوثر مجموعہ تفاسیر فراہی صفحہ ۶۰۱ وغیرہ۔ اس مقالہ میں جو حدیثیں بیان کی گئی ہیں ان کے علاوہ بھی مولانا فراہی نے بے شمار جگہوں پر احادیث ذکر کی ہیں۔ ان کا استقصاء اور تخریج کرنا خود ایک مستقل کام ہے۔ چند جگہوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے: فی ملکوت اللہ صفحہ ۴۲، صفحہ ۴۵، التکمیل فی اصول التاویل صفحہ ۹، دلائل النظام صفحہ ۱۱، صفحہ ۴۹، تفسیر سورۂ کافرون صفحہ ۶، صفحہ ۳۶، تفسیر سورہ تحریم صفحہ ۲۱، صفحہ ۲۰، تفسیر سورۂ فاتحہ صفحہ ۴۸، تفسیر سورۂ اخلاص صفحہ ۳۹، تفسیر سورۂ الشمس صفحہ ۳۳، صفحہ ۴۹، تفسیر سورۂ لہب صفحہ ۱۳، صفحہ ۱۸، صفحہ ۲۵، صفحہ ۳۲، ذبیح کون صفحہ ۲۵، صفحہ ۵۹، اقسام القرآن صفحہ ۱۲، صفحہ ۱۹، صفحہ ۶۶، تفسیر سورۂ کوثر مجموعہ تفاسیر فراہی صفحہ ۵۹۰، صفحہ ۵۹۲، صفحہ ۶۰۸ وغیرہ

۹۴ التکمیل فی اصول التاویل صفحہ ۲۱

۹۵ تفسیر ابن کثیر ۴/۵۵۵-۵۵۶، تفسیر ابن جریر ۳۰/۱۸۱-۱۸۲، یہ حدیث بخاری، مسلم وغیرہ کتب میں بھی ہے۔

۹۶ یہ اقوال تفسیر طبری اور دوسری تفسیروں میں منقول ہیں۔ مولانا فراہی نے بھی انھیں ذکر کیا ہے۔

۹۷ تفسیر سورۂ کوثر مجموعہ تفاسیر فراہی صفحہ ۵۸۵ ۹۸ ایضاً صفحہ ۵۸۵

۹۹ ایضاً صفحہ ۵۸۸ ۱۰۰ ایضاً صفحہ ۵۸۷ ۱۰۱ ایضاً صفحہ ۵۹۲

مشترک خاندانی نظام اور اسلام
مولانا سلطان احمد اصلاحی
صفحات ۵۶، قیمت ۶/-
ملنے کا پتہ: مکتبہ تحقیق، پان والی کوٹھی، دودھ پور — علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲